اللہ تعالیٰ ہر جگہ یا عرش پر مستوی
تحقیقاتِ رضا کی روشنی میں

پروفیسر دلاور خان

جوائنٹ سکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

نائب مدیر معارفِ رضا کراچی

واٹس ایپ نمبر: +923222413267

ای میل ایڈریس: prof.dilawarkhan@yahoo.com

اللہ تعالیٰ ہر جگہ یا عرش پر مستوی تحقیقاتِ رضا کی روشنی میں

پروفیسر دلاور خان

رمضان میں کسی نے یہ عنوان بنا کر "اللہ تعالیٰ ہر جگہ یا عرش پر مستوی" ایک ویڈیو کلپ فیس بک پر پوسٹ کیا مشاہدے سے معلوم ہوا کہ ۵ رمضان کو بول ٹی وی پر ڈاکٹر عامر لیاقت رمضان کے حوالے سے خصوصی پروگرام کر رہے تھے اس میں میزبان کے علاوہ سنی علماء میں مولانا حنیف قریشی مولانا کوکب نورانی، مولانا حمزہ علی قادری اور مولانا عابد مبارک تھے جبکہ مسلک دیوبند سے ڈاکٹر زاہد، اہلِ تشیع سے شبیر حسن اور مسلک اہلِ حدیث سے قاری خلیل الرحمٰن تھے کسی اصول کی پاسداری کے بغیر یہ مباحثہ جاری ہے۔ پورے مباحثے میں ڈاکٹر زاہد نے آیت کی تلاوت کی جس پر قاری خلیل الرحمٰن نے کہا کہ یہ آیت آپ کے مسلک کے خلاف ہے اس کے بعد موصوف پورے مباحثے میں خاموش رہے اور اپنے مسلک کا اس موضوع پر کوئی مؤقف پیش نہیں کیا۔ اسی طرح مولانا شبیر حسن نے بھی اس پر اپنے مسلک کا مؤقف پیش نہیں کیا۔ علمائے اہلِ سنّت اور قاری خلیل الرحمٰن نے اپنے اپنے مسلک کے ثبوت میں دلائل دیئے قاری خلیل الرحمٰن نے اپنے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی ذات عرش پر ہے اور علم کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ذاتی اور حسی اعتبار سے عرش پر متمکن ماننے سے عقیدہ تجسیم لازم آتا ہے جو عقیدہ اہلِ سنّت کے خلاف ہے اس موضوع پر رہنمائی کے لیے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس موضوع پر فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر ۲۹ میں رسالہ "قوارع القهار علی المجسمة الفجار" موجود ہے آپ نے قرآن وحدیث اور آئمہ کے اڑھائی سو دلائل سے اللہ تعالیٰ کے جسم، مکان، جہت سے پاک ہونے کے ثبوت پیش کئے۔ اس مقالے کا اصل ماخذ بھی یہی رسالہ ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے پڑھنے کے قابل ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم   جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

قاری خلیل نے اپنے مسلک کے اعتبار سے جو دلائل پیش کئے ہیں ان کا جائزہ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں لیا گیا ہے تاکہ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا مسلک قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح ہو اور اہلِ سنّت کے عقیدے پختگی ثابت ہو کہ اہلِ سنّت کا عقیدہ حق ہے اگر کوئی وکیل اہلِ سنّت کے عقیدے کو ثابت کرنے میں ناکام ہو تو اسے وکیل کی ناکامی کہا جائے گا عقیدے کی نہیں۔ (دلاور)

اس موضوع پر کلام کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ حسب ضرورت اہلِ سنت کے چند عقائد تنزیہ کا مطالعہ کر لیا جائے کیوں کہ اس موضوع پر ان عقائد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اسی عینک سے زیر بحث حقائق کو دیکھا اور سمجھا جائے گا اس لیے انہیں سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ ان عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر عیب ونقصان سے پاک ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی بات کا میں اصلاً احتیاج نہیں رکھتا۔ مخلوق کے مشابہت سے منزہ ہے وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔ حد وطرف ونہایت سے پاک ہے وہ جہت سے پاک ہے وہ کسی مخلوق سے نہیں مل سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو کسی مخلوق سے جدا نہیں کہ اس میں مسافت کا فاصلہ ہو۔ اس کے لیے مکاں اور جگہ نہیں، اٹھنے، بیٹھنے، اترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم وجسمانیات سے منزہ ہے۔(۱)

اس موضوع کا دوسرا اہم پہلو "الرحمٰن علی العرش استوٰی" ہے اس آیت کا شمار متشابہات میں ہوتا ہے ضرورت

اس امر کی ہے پہلے متشابہات سے متعلق اہلِ سنّت کے مسلک کا مطالعہ بھی لگے ہاتھ کر لیا جائے۔ مولانا احمد رضا خاں متشابہات کی تفہیم کا آغاز ان آیات سے کرتے ہیں:

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

(سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن، آیت ۷)

(موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔)

وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی، اور دوسری ہیں کئی طرف ملتی، سو جن کے دل ہیں پھرے ہوئے وہ لگتے ہیں ان کے ڈھب والیوں سے، تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں اُن کی کل بیٹھانی، اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے، اور جو مضبوط علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور سمجھائے وہی سمجھے ہیں جن کو عقل ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے اور آزمانے کے لیے ''يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا'' اسی قرآن سے بہت سوں کو گمراہ فرمایا اور بہت سوں کو راہ دکھائی۔ اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشاء قرآن عظیم کی آیات کی دو اقسام ہیں۔

اول محکمات:

جس کے معنی صاف بے دقت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی وبے نیازی وبے مثلی کی آیات (۲) جیسے

(ا)۔ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ: بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت۔

(ب)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ: بے شک اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

(ج)۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

(د)۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا: کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔

(ھ)۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

ان مطالب کی آیات صدہا ہیں یہ آیات محکمات ہیں یہ ام الکتاب ہیں، ان کے معنی میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں جو کچھ ان صریح الفاظ سے بے پردہ روش ہویدہ ہے بے تفسیر و تبدیل بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریات دین اسلام سے ہے۔ (۳)

دوم متشابہات:

(۱)۔ جس کے معنی میں اشکال ہے یا تو ظاہری لفظ سے کچھ سمجھ نہیں آتا جیسے حروف مقطعات وغیرہ۔

(۲)۔ وہ آیات جس کا مفہوم جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے جیسے:

''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى''

(وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استوی فرمایا۔ ت)

یا ''ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ''

(پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا۔ ت)

پھر جس کے دل میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے مطلب کا پاک کر ان کے ذریعے جاہلوں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے اور آیاتِ محکمات جو ام الکتاب تھیں ان کے ارشاد دل سے بھلا دیے۔ (۴)

آپ متشابہات سے متعلق انتہا پسند مکاتبِ فکر اور اہلِ سنت کا موقف بیان کرتے ہوتے لکھتے ہیں۔

''اہلِ سنّت کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم عطا فرمائی وہ ہمیشہ راہِ وسط ہوتی ہے اس کے دونوں پہلوؤں پر افراط و تفریط دو ہولناک مہلک گھاٹیاں ہیں اسی لیے اکثر مسائل میں اہل سنّت دو فرقہ متناقص کے وسط میں رہتے ہیں . . . متشابہات میں

بھی دو فرقہ ہائے باطلہ نکلے معطلہ و مشبہ معطلہ جنہیں جہمیہ بھی کہتے ہیں یہ صفاتِ تشابہات سے یکسر منکر ہی ہو گئے یہاں تک کہ ان کا پہلا پیشوہ جعد بن درہم مردود کہتا ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ صلوٰۃ والتسلیم کو اپنا خلیل بنایا نہ موسیٰ علیہ صلوٰۃ والتسلیم سے اپنا کلام فرمایا یہ گمراہ لوگ اپنے افراط کے باعث ''اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا'' (ہم اس پر ایمان لاتے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ت) سے بے بہرہ ہوئے ان کی طرف نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبہ آئے جنہیں حشویہ و مجسمہ بھی کہتے ہیں ان خبیثوں نے صاف صاف مان لیا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ہے، جسم ہے جہت ہے اور جب یہ سب کچھ ہے پھر چڑھنا اترنا، بیٹھنا، چلنا، ٹھہرنا سب خود ہی ثابت ہے یہ دونوں مردود فرقے وہی ہوئے جنہیں قرآن عظیم نے ''فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ'' (ان کے دلوں میں زیغ ہے۔ت) فرمایا اور گمراہ فتنہ پرداز بتایا تھا۔(۵)

سوادِ اعظم نا تو جہمیہ کی طرح صفاتِ تشابہات کے منکر ہیں اور نہ ہی حشویہ، مجسمہ کی طرح تجسیم کے قائل ہیں۔ اہل سنت کا ان دونوں انتہا پسند فرقوں کی افراط و تفریط سے کوئی تعلق نہیں وہ ہمیشہ اعتدال کی روش اختیار کرتے ہیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا تشابہات سے متعلق کیا مسلک ہے اہلِ سنّت کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے امام المتکلمین احمد رضا خاں حنفی قادری لکھتے ہیں کہ آیات تشابہات میں اہل سنت حفظھم اللہ کے دو مسالک ہیں۔

اول تفویض:

کہ ہم ان کے کچھ معنی نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ جانتے ہیں جو معنی مرادِ الٰہی ہیں ہم اس پر ایمان لائے ''اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ'' (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ت) یہی مسلک سلف ہے اور یہی صحیح و معتمد، اس تقریر پر نہ احاطہ ذاتی کہا جائے اور نہ صفاتی کہا جائے اسی طرح معنی سے کچھ بحث نہ کی جائے(۶)۔ اکثر نے فرمایا جب (تشابہات میں) ظاہری معنی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں یہی بہتر ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں ہمیں ہمارے رب نے تشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا ہے اور یقین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا ہے اس لیے ہم حد سے باہر قدم کیوں رکھیں اسی قرآن کی بتائی ہوئی آیات پر قناعت کریں کہ ''اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا'' جو کچھ ہمارے مولیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم، تشابہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں یہ مذہب جمہور آئمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولیٰ ہے اسے مسلک تفویض و تسلیم بھی کہتے ہیں ان ائمہ نے فرمایا کہ استویٰ معلوم ہے کہ ضرور اللہ کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے اس کے معنی ہماری سمجھ سے ماورا ہیں اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نصِ قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت ہے کہ سوال نہ ہو گا مگر یقین کے لیے اور یقین مراد کی طرف راہ نہیں۔(۷)

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے فرمایا: الا ستویٰ معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب والسوال عنه بدعة۔

استوا معلوم ہے اور کیف مجہول اور اس ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت ہے(۸) یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ یہی مسلک ہمارے امام اعظم اور ائمہ سلف کا ہے۔(۹)

آپ لکھتے ہیں: کتاب الاسماء والصفات میں یحیٰ بن یحییٰ سے روایت کی ہے کنا عند مالك بن انس فجاء رجل فقال یا اباعبد اللّٰہ الرحمٰن علی العرش فكیف استویٰ؟ قال فاطرق مالك راسه حتی علاوه الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجھول والكیف غیر معقول والا یمان بہ واجب والسوال عنه بدعة، وما الراك الامبتدعا فامر به ان یخرج۔

ہم امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی اے ابو عبد اللہ! رحمٰن نے عرش پر استویٰ فرمایا یہ استویٰ کس طرح ہے؟ یہ سنتے ہی امام مالک نے سر مبارک کو جھکا لیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہو گیا پھر فرمایا استواء مجہول نہیں اور کیف معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض ہے اس سے متعلق سوال بدعت ہے اور میرے خیال میں تم ضرور بدمذہب ہو پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔(۱۰)

مدارک میں زیر سورہ طٰہٰ ہے:

والمذہب قول علی رضی اللہ عنہ الاستواء غیر مجھول والکیف غیر معقول والا یمان به واجب والسوال عنه بدعة لانه تعالیٰ کان ولا مکان فھو علی ماکان قبل خلق المکان لم یتغیر عماکان۔ مذہب وہ ہے جو مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم نے فرمایا کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی چگونگی عقل میں نہیں آسکتی اس پر ایمان واجب ہے اس کے معنی سے بحث بدعت ہے اس لیے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ موجود تھا اور مکان نہ تھا اور وہ اپنی شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے۔(۱۱)

زیر سورۃ اعراف میں یہی قول امام جعفر صادق، امام اعظم ابو حنیفہ وامام مالک رضی الہ تعالیٰ عنھم سے نقل فرمایا۔(۱۲)

مسلک تفویض و تسلیم کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ نصوص اپنی حقیقت پر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان جو معنی ہو سکتے ہیں وہی مراد ہیں کیفیت، کنہ اور صورت کیا ہوگی یہ معلوم نہیں یہ مسلکِ تفویض معلوم المعنی اور تشابہ کیفیہ کا مصداق ہے اسی طرح مسلکِ تفویض کی دوسری قسم متشابہ فی المعنی وفی الکیفیہ بھی ہے۔

تشابہات نوعیت کے لحاظ سے مختلف ضرور ہیں لیکن مسلک تفویض کے اعتبار سے ایک ہی ہیں مسلک تفویض دونوں قسم کی تشابہات کا جامع ہے یہ نوعیت کے لحاظ سے کوئی الگ مسلک نہیں اسی لیے مولانا احمد رضا خاں نے بھی دونوں تشابہات کے لیے ایک ہی مسلک، مسلک تفویض قرار دیا ہے اور یہ ہی مسلک تفویض صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، آئمہ اربعہ، محدثین اور عصر حاضر کے علمائے سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا ہے۔

تسامح کا شکار ہو کر بعض علمانے متشابه المعنی ومتشابه الکیفیه اور معلوم المعنی ومتشابه الکیفیه کو الگ الگ مسلک قرار دیا معلوم المعنی اور متشابه الکیفیه یعنی الاستوا معلوم ولکیف مجھول والسوال عنه بدعه کو مسلک تفویض سے خارج کر کے اسے تیسرا مسلک قرار دیا اور خود ساختہ دعویٰ کر دیا کہ آئمہ اربعہ معلوم المعنی اور متشابه الکیفیه کے قائل تھے متشابه المعنی اور متشابه الکیفیه کے قائل نہیں تھے اس لیے آئمہ مفوضہ نہیں تھے۔

زرا سے غور وخوض سے یہ حقیقت بڑی آسانی سے منکشف ہو جاتی ہے کہ متشابه الکیفیه کا جملہ خود مبینہ طور پر تفویض کی طرف اشارہ کر رہا ہے متشابه المعنی والکیفیه اور معلوم المعنیٰ اور متشابه الکیفیه میں قدر مشترک "متشابه" ہے اس لیے ان دونوں نوعیتوں پر تفویض کا اطلاق ہوتا ہے اگر معاملہ حروف مقطعات کا ہو تو تفویض کا یہ پہلو متشابه المعنی والکیفیه مراد ہو گی اور اگر معاملہ صفاتِ متشابہات کا ہو جیسے استوا علی العرش تو تفویض کا یہ پہلو معلوم المعنی ومتشابه الکیفیه مراد ہو گا۔

مذکورہ تحقیقات سے ان کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے۔ تفویض کے دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کا قائل مفوضہ ہے۔

مسلک تاویل:

بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے محکم، متشابہ دو اقسام بیان فرما کر محکمات کو ھن ام الکتٰب فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں اور ظاہر ہے کہ ہم فرع اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے تو آیۃ

کریمہ نے تاویل تشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کا ٹھیک معیار ہمیں سُجادی کہ ان میں وہ درست وپاکیزہ احتمالات پیدا کرو جس سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ وضلال وباطل ومحال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے اخذ کئے ہوئے معنی پر یقین نہیں کرسکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنی صاف پاکیزہ ہیں اور مخالف محکمات سے بری ومنزہ ہیں اور محاورات عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں گے کہ ان کے معنی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انہیں روکا جائے گا توخواہ مخواہ ان میں فکر کی حرص اور بڑھے گی۔

ان ابن آدم لحریص علی مامنع: انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر حریص ہوتا ہے(ت) جب فکر کریں گے فتنے میں پڑیں گے گمراہی میں گریں گے تو یہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب وملائم معنی کی طرف کہ محکمات کے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں۔ کہ فتنہ وضلال سے نجات پائیں یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام نے ایسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے ہیں(۱۳)۔ یہ علما بوجوہ کثیرہ تاویل آیت فرماتے ہیں۔

مفکر اسلام احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ اہل تاویل نے استوا کے چار معنی بیان کئے ہیں۔

اول: استوا بمعنی قہر وغلبہ: یہ زبان عرب سے ثابت وپیدا ہے عرش سب مخلوق سے اوپر اور اونچا ہے اس لیے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر قاہر وغالب ہے۔

دوم: استوا بمعنی علو: علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت وسلطان یہ دونوں معنی امام بیہقی نے کتاب الاسماء الصفات میں ذکر فرمائے۔

سوم: استوا بمعنی قصد وارادہ: ثم استوٰی علیٰ العرش یعنی عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی یہ تاویل امام اہلِ سنّت امام ابوالحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔

چہارم: استوا بمعنی فراغ وتمامی کار: یعنی سلسلہ خلق وآفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا وآخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے قرآں کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو۔ استوا بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے قال اللہ تعالیٰ: ''وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰٓى ''جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اس کا شباب پورا ہوا اسی طرح قولہ تعالیٰ: ''زَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ'' جیسے پودا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا(ت)۔ (۱۴)

مولانا احمد رضا خاں کی تحقیق سے مسلک سواد اعظم کی حقیقت پائے ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ قرآن مجید کی آیات محکمات، تشابہات پر مشتمل ہیں۔ محکمات ام الکتاب ہیں، الرحمٰن علی العرش استوٰی کا تعلق تشابہ آیت سے، تشابہات سے متعلق سواد اعظم کے دو مسالک ہیں اول مسلک تاویل دوم مسلک تفویض، مسلک تاویل میں استوا کے معنی ہیں: قہر وغلبہ، قصد وارادہ، علو اور فراغ وتمامی کار ہیں۔ معتزلہ بھی تاویل کے قائل ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات ہیں جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے وہ ان کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر خود ان کے معنی متعین کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ان کے حقیقی معنی بھی یہی ہیں اس کے برعکس اہل سنت نہایت ہی مجبوری کی حالت میں تاویل کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں جس معنی کا یقین کرتے ہیں اسے درجہ ظن میں رکھتے ہیں اور حقیقی معنی اللہ ہی جانتا ہے درجہ ظن میں تاویل کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ وہ صفات کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ عام لوگوں کے خیالات کو عقیدہ تجسیم سے محفوظ رکھنے کے

لیے یہ فریضہ سر انجام دیتے ہیں معتزلہ اور اہلِ سنت کی تاویل میں لفظاً اشتراک ضرور ہے حقیقی اشتراک کا تعلق دور دور تک نہیں اس ناقابل تردید حقیقت کے باوجود بعض اہلِ دانش، قلت علم کی وجہ سے دونوں کی تاویلات کو ایک قرار دیتے ہیں جو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ مسلک کے تفویض کے دو اصول ہیں: (۱)متشابه المعنی ومتشابه الکیفیه، (۲)معلوم المعنی ومتشابه الکیفیه، اس مسلک تفویض کے لیے یہ مشہور مقولہ کہا جاتا ہے: ”الاستوٰی معلوم والکیف مجهول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة“ (استوا معلوم ہے اور کیف مجہول اس پر ایمان واجب اور اس کی تفتیش بدعت ہے۔)

مجسمہ، کرامیہ اور سلفیہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا جو ظاہری معنی ہمارے علم میں ہیں وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے لیکن اس کی کیفیت کیا ہے ہمیں معلوم نہیں؟ جب ”ید“ کہتے ہیں تو اس کے حقیقی انسانی ہاتھ ہی مراد لیتے ہیں اور ”ید“ کو ذات کا جزو سمجھتے ہیں مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ ان کے حقیقی معنی کے برعکس کوئی اور معنی لینا ان کے نزدیک بدعت ہے۔ اس کے برعکس سواد اعظم اہلِ سنّت کا یہ مؤقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لایا جائے اور جو ظاہری معنی ہیں اسے اللہ کی شان کے لائق سمجھا جائے نہ کہ مخلوق جیسا اور اس کی کیفیت معلوم نہیں یہاں سے مجسمہ، کرامیہ اور سلفیہ کی راہیں اہلِ سنّت سے جدا ہو جاتی ہیں کہ مذکورہ فرقے ید کے حقیقی معنی انسانی ہاتھ لیتے ہیں جبکہ اسواد اعظم اہلِ سنت اللہ تعالیٰ کی صفت ”ید“ اور ”استوا“ پر ایمان لاتے اسے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق سمجھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ الاسماء وصفات میں اہلِ سنت کا مؤقف قرآن وحدیث کی روشنی میں دیگر مکاتب فکر سے جداگانہ اہمیت کا حامل ہے معتزلہ، معطلہ، مجسمہ، کرامیہ اور سلفیہ اپنے نظریات کی بنیاد قرآن وحدیث پر رکھنے کے دعویدار ہیں اور اہلِ سنّت بھی اس کے دعویدار ہیں۔

پھر حق کس جانب ہے؟ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں یہ قول ہماری رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیتا ہے کہ: ”اقول (میں کہتا ہوں۔ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا، ہدایت فرمانے اور بندوں کی آزمائش کے لیے 'یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا' اسی قرآن سے بہت سوں کو گمراہ فرمایا اور بہت سوں کو راہ ہدایت دکھائی“ اسی راہ ہدایت کا مصداق سواد اعظم اہلِ سنت ہے۔ جس کا ایک ثبوت اس مقالے میں ان شاءاللہ مل جائے گا۔

قاری خلیل الرحمٰن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عرش ہے مگر علم کے اعتبار سے ہر جگہ ہے۔ ان کے اس مسلک کی صحت کا مطالعہ مولانا احمد رضا خاں کی قرآنی تحقیقات کے تناظر میں کرتے ہیں۔ تقریباً سو سال گذرنے کے باوجود ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج بھی مولانا احمد رضا خاں کے مخاطب قاری خلیل الرحمٰن اور ان کا مسلک ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

بدمذہب گمراہ نے صاف بک دیا کہ اس کا معبود مکان رکھتا ہے عرش پر بستا ہے تعالیٰ اللّٰہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں۔

مدارک شریف میں سورہ اعراف کے ذیل میں ہے:

انه تعالیٰ کان قبل العرش ولا مکان وهو الاٰن کما کان لان التغیر من صفات الاکوان۔

بے شک اللہ تعالیٰ عرش سے پہلے موجود تھا جب مکان کا نام ونشان نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا جب تھا اس لیے کہ بدل جانا تو مخلوق کی شان ہے۔

۶ سورہ یونس کے ذیل میں ہے۔

ای استوالی فقد یقدس الدیان جل وعزعن المکان والمعبود عن الحدود۔

استوا بمعنی استیلاء وغلبہ ہے نہ بمعنی مکانیت اس لیے کہ اللہ عزوجل مکان سے پاک اور معبود عزجل وعلا حد ونہایت سے منزہ ہے۔(۱۵)

امام خطابی سے نقل ہے کہ: لیس معنی قول المسلمین ان اللّٰہ تعالیٰ استویٰ علی ھوا نہ مماس لہ. او متمکن فیہ. او متحیز فی جھۃ من جھاتہ لکنہ بائن من جمیع خلقہٗ وانما ھو خبر جاء بہ التوقیف فقلنا بہ. ونفینا عنہ التکیف اذلیس کمثلہ شی وھوا السمیع العلیم۔

مسلمانوں کے اس قول کے کہ "اللہ تعالیٰ عرش پر ہے" یہ معنی نہیں کہ وہ عرش سے لگا ہوا ہے یا وہ اس میں ٹھہرا ہوا بلکہ وہ تو اپنی مخلوق سے نرا ہے یہ تو ایک خبر ہے کہ شرع میں وارد ہوئی تو ہم نے مانی اور چگونگی اس سے دور و مسلوب جانی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے مشابہ کوئی چیز نہیں اور وہی ہے سننے دیکھنے والا۔(١٦)

عرش اگر معاذ اللہ مکان الٰہی ہو لازم کہ اللہ عزوجل کو محیط ہو یہ محال ہے قال اللہ تعالیٰ "وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا" اللہ تعالیٰ عرش و فرش سب کو محیط ہے وہ احاطہ جو عقل سے ورا ہے اور اس کی شان قدوسی کے لائق ہے اس کا غیر اسے محیط نہیں ہو سکتا۔ نیز لازم کہ اللہ عزوجل عرش سے چھوٹا ہو۔ نیز محدود و محصور ہو ان سب شناعتوں کے بعد جس آیت سے مکانیت نکالی تھی وہی باطل ہوگئی، آیت میں عرش پر فرمایا ہے عرش مکان خدا ہو تو خدا عرش کے اندر ہوگا نہ کہ عرش پر۔(١٧)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کان اللّٰہ تعالیٰ ولم یکن شئی غیرہ۔ اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

تو ازل میں اللہ تعالیٰ کا فوق یا تحت ہونا محال ہے جب ازل میں محال تھا تو ہمیشہ محال رہے گا ورنہ اللہ عزوجل کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔(١٨)

بیہقی اسی کتاب الاسماوالصفات میں فرماتے ہیں:

ہمارے آئمہ متکلمین اہلِ سنّت وجماعت نے مسائل صفاتِ الٰہیہ میں اَخبار اَحادہ سے سند لانی قبول نہ کی جبکہ کہ وہ بات تنہا اس میں آئی اس کی اصل قرآن عظیم باجماع امت سے ثابت نہ ہو اور ایسی احادیث کی تاویل میں مشغول ہوگئے۔(١٩)

کیوں اے جاہل بے خرد! اے حدیث احاد و ضعیف ارتفاع مکانی سے سند لاکر اپنے معبود کو مکانی ماننے والے! کیا ایسے ہی معبود کو پوجتا ہے۔۔۔ مگر الحمد للہ اہلِ سنّت ایسے سچے رب حقیقی معبود کی عبادت کرتے ہیں جو احد، صمد، بے شبہہ ونمون بیچون وچگون ہے(٢٠)، رہ گئے متواترات، اور وہ نہیں مگر معدودے چند، اور وہ بھی معروف و مشہور محاورات عرب کے موافق تاویل سند مثل "ید" و"وجہ" و"عین" و"ساق" و"استوا" و"ایتان" و"نزول" وغیرھا ان میں تاویل کیجئے تو راہ روشن اور تفویض کیجئے تو سب سے احسن،۔۔۔۔ یا اس کے لیے صاف صاف مکان مان لیجئے، یا اٹھنا، بیٹھنا، چڑھتا، اترتا، چلتا، ٹھہرتا تسلیم کیجئے، اللہ عزوجل اتباع حق کی توفیق دے اور مخالفتِ اہلِ سنّت سے ہر قول سے محفوظ رکھے۔ آمین! (٢١)

اقول طرفہ تماشہ ہے جب اس گمراہ نے سب مصائب اپنے سر پر اوڑھ لئے اور اپنے معبود کو مکانی کہہ دیا۔ جسم مان لیا، عرش پر متمکن ٹھہرا کر جہت میں جان لیا، پھر یہ کیا خبط سوجھا کہ اور کہیں نہیں۔ سچا ہے تو قرآن وحدیث سے ثبوت دے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تو ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں، یہ "اور کہیں نہیں" کونسی آیت وحدیث میں ہے؟

"اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" یا یہود کی طرح بے جانے بوجھے دل سے گھڑ کر خدا پر حکم لگادیتے۔(٢٢)

جب یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ "استواعلی العرش" ایک متشابہ آیت ہے تو ایمان کی آمان اسی میں ہے کہ اس کی تاویل کی جائے جو محکمات کے خلاف نہ ہو یا تفویض کی جائے کہ استوا معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو حسی اور ذاتی طور پر عرش پر متمکن ماننا ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اسی لیے امام اہلِ سنّت نے اس متشابہ آیت کی تاویل اور تفویض شرح فرما کر مسلمانوں کے عقیدے کی

ترجمانی فرمائی اور امت کو عقیدہ حلول اور تجسیم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ فرمایا۔

قاری خلیل الرحمٰن نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر ہے اپنے مؤقف کی دلیل میں یہ حدیث پیش کی وہ کہتے ہیں: ایک صحابی نے اپنی لونڈی کو تھپڑ مار دیا کسی جرم کی بنیاد پر، پریشان ہو کر رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ میں اس کا ازالہ چاہتا ہوں آپ فرمائیں تو اس کے ازالے میں اسے آزاد کر دو۔ اس ازالے میں کیا اللہ میرا جرم معاف کر دے گا آپ نے کہا اگر وہ مومنہ ہے تو اسے آزاد کر دے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آج تک اس کا ایمان نہیں جانچا کہ مومنہ ہے یا نہیں۔ اس کا ایمان جانچنے کے لیے میرے پاس لے آؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ایمان جانچنے کے لیے دو سوال کئے: این اللہ؟ اللہ کہاں ہے حدیث میں آتا ہے: فاشارہ الی السماء اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا دوسری روایت میں آتا ہے: قلت فی السما کہ اللہ آسمان میں ہے دوسرا سوال کیا من آنا؟ انت رسول اللہ میں کون ہوں اس نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ مومنہ ہے اسے آزاد کر دو۔

اس بیان کردہ حدیث میں کچھ جملے محل نظر ہیں مثلاً:

(۱)۔ اگر وہ مومنہ ہے تو اسے آزاد کر دو۔

(۲)۔ صحابی نے کہا میں نے اس کا ایمان نہیں جانچا۔

(۳)۔ اس کا ایمان جانچنے کے لیے میرے پاس لے آؤ۔

(۴)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ایمان جانچنے کے لیے دو سوال کئے۔

کیا واقعی یہ مذکورہ جملے کسی حدیث میں وارد ہوئے یا قاری خلیل الرحمٰن نے یہ من گھڑت جملے رسول اللہ ﷺ سے منسوب کئے اس حقیقت کو آشکارہ کرنے کے لیے مسلم شریف کی حدیث جاریہ کا مطالعہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری صاحب نے زبردستی اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے یہ جملے نبی کریم ﷺ سے منسوب کئے ہیں ملاحظہ ہو وہ حدیث:

عن معاویة بن الحکم السلمی قال: کانت لی جاریة ترعیٰ غنمالی قبل أحد والجوابیة، فاطلعت ذات یوم، ماذا الذنب قد ذهب بشاة عن غنمحا، وأنا رجل من بنی آدم، أسف کمایا سفون، لکن صَلَلتها صکته، مأنیت رسول الله ﷺ، فعظم ذلك علّی مّلت یا رسول الله! أفلا اعتقها؟ قال: أتنی بها فأتیته بها، فقال لها: این الله؟ قالت: فی السماء، قال من أنا، قالت انت رسول الله، قال اعتقها، فانّها مومنة۔ (صحیح مسلم)

حضرت معاویہ بن الحکم السلمی بیان کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی جو احد اور جوابیہ کے مقام کی طرف میری بکریاں چراتی تھی، ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا اس کے ریوڑ سے ایک بکری لے گیا، میں آدم زاد تھا، دوسروں کی طرح مجھے بھی افسوس ہوا میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اس کام کو میرے لیے برا جانا۔ میں عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں اسے لے آیا تو رسول اللہ نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا آسمان میں آپ نے فرمایا میں کون ہوں اس نے جواباً عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔

بعض محدثین نے اس حدیث کو معلل، شاذ اور مضطرب قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے متن میں یہ اضطراب پایا جاتا ہے۔

(۱)۔ ایک حدیث کے متن میں ہے کہ جاریہ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

(۲)۔ دوسری حدیث کے متن میں ہے کہ اس نے کہا اللہ آسمان میں ہے۔

(۳)۔ ایک حدیث کے متن میں این اللہ کے الفاظ وارد ہوئے۔

(۴)۔ ایک حدیث میں من ربك کے الفاظ کا ذکر ہے۔

(۵)۔ من ربك کے جواب میں اس نے کہہ: اللہ
(۲)۔ أتشهدين ان لا الٰہ اللہ۔ کے جواب میں کہا: نعم (ہاں میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)

قاری خلیل الرحمٰن سے سوال ہے کیا مضطرب حدیث پر عقیدے کی عمارت استوار کی جاسکتی ہے جبکہ مولانا احمد رضا خاں حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: امام بیہقی اپنی کتاب "کتاب الاسماء والصفات" میں فرماتے ہیں: "ترك اهل النظر اصحابنا الاحتجاج باخبار الآحاد فی صفات الله اذا لم یکن لما انفرد منها اصل فی الکتاب او اجماع وا شتغلوا بتاویله"۔

ہمارے آئمہ متکلمین اہلِ سنت وجماعت نے مسائل صفات الٰہیہ میں اخبار احاد سے سند لانی قبول نہیں کی جب کہ وہ بات کہ تنہا ان میں آئی اس کی اصل قرآن عظیم یا اجماع امت سے ثابت نہ ہو اور ایسی حدیثوں کی تاویل میں مشغول ہوئے۔(۲۳)

اگر اس حدیث کی تاویل مسلک اہلِ سنت کے مطابق یوں کی جائے کی فی السماء سے مراد اللہ تعالیٰ عظمت ورفعت اور کبریائی ہے تو یہ قابل قبول ہوگی لیکن اس کے ظاہری معنی لے کر یہ عقیدہ بنانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات آسمان میں ساکن ہے تو یہ عقیدہ باطل، یہ حدیث جاریہ مختلف انداز میں روایت ہوئی ہے۔ مثلاً:

(۱)۔این اللّٰہ؟ قالت فی السماء۔
(اللہ کہاں ہے اس نے آسمان میں)
(۲)۔این اللّٰہ؟ فاشارت الی السماء۔
(اللہ کہاں، اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا)
(۳)۔أتشهدین ان لا الٰہ الا اللّٰہ؟ قالت نعم۔
(کیا تم گواہی دیتی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے کہاہاں۔)
(۴)۔من ربك؟ اللّٰہ۔
(تمہارا رب کون ہے؟ اس نے کہا اللہ)

اگر قاری خلیل الرحمٰن ان چاروں احادیث کو پیش کر دیتے تو مسئلہ آسانی سے حل ہو جاتا یقیناً آخری دو احادیث ضرور ان کے علم میں ہوں گی لیکن انہوں نے اسے بیان کرنے سے گریز کیا اور مذکورہ بالا پہلی دو احادیث میں اپنے عقیدے عافیت جانی آخری دو احادیث سے ان کے عقیدے کی عمارت زمین بوس ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ فرقہ واریت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ پہلے عقیدہ گھڑا جاتا ہے اور پھر اس کی سپورٹ میں نصوص تلاش کی جاتی ہیں اور جو ان کے عقیدے کی مخالف نصوص ہوتی ہیں انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جس کا مظاہرہ یہاں قاری صاحب کر رہے ہیں۔ انہیں اپنے عقیدے کا متن حدیث میں دکھائی دے رہا ہے مگر جو متن حدیث ان کے عقیدے کے خلاف ہے وہ انہیں دکھائی نہیں دے رہا۔

پہلی دو احادیث کے متن کی تاویل اس طرح کی جائے کہ آسمان سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت، رفعت، کبریائی اور عالی قدر لی جائے آسمان کے جو معنی لیے گئے ہیں وہ احادیث متواتر اور محکمات کے خلاف نہیں یہ معنی ظنی ہیں یقینی نہیں اس تاویل سے ان دونوں احادیث کا متن قابل ہو جائے گا۔ اسے قابل قبول بنانے کے لیے تفویض کا طریقہ بھی اپنایا جاسکتا ہے کہ اللہ فی السماء کے معنی معلوم ہیں لیکن کیفیت مجہول ہے اس طرح مذکورہ احادیث کا متن قابل قبول ہو جائے۔

جبکہ آخری دو احادیث کا متن متواتر اور محکمات کے عین مطابق ہے اس لیے تاویل و تفویض کے بغیر قبول کی جائیں گی۔ اس تطبیق سے ان چاروں احادیث کا متن اہلِ سنّت کے نزدیک قابل عمل ہو گیا اور کسی حدیث کے انکار کا الزام سر پر بھی نہیں آیا۔

حدیث جاریہ کا ایک پہلو اختیارات مصطفیٰ کریم ﷺ کی غمازی کرتا ہے کہ ایک مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایمان مفصل اور ایمانِ مجمل پر کامل یقین رکھتا ہو ان میں سے کسی ایک کا انکار گویا تمام کا انکار قرار پاتا ہے۔ اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کا انکار کردے تو ایسے شخص کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس

حدیث میں جاریہ نے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار کیا نہ ہی آسمانی کتابوں، فرشتوں، آخرت، رسولوں اور تقدیر کا اقرار کیا جو کسی مومن کے ایمان کے لوازمات کے لیے ضروری ہے اس کے باوجود آقا کریم نے اسے مومنہ قرار دیا اور تمام صحابہ نے اسے مومنہ تسلیم بھی کیا بس معلوم ہوا کہ یہ حضور ﷺ کا اختیار تھا۔ یہ استثنیٰ صرف اور صرف جاریہ کے ساتھ خاص اور مقید ہے جبکہ ایمان سے متعلق حکم عام سب پر عیاں ہے حدیث جاریہ کو بنیاد بنا کر کوئی دوسرا افرد ان الفاظ کو دھرانے سے قیامت تک مومن نہیں ہو گا، اور نہ اس بنیاد پر کسی شخص کے ایمان کی جانچ کی جاسکتی ہے۔ جب یہ حقیقت واضح ہو گئی تو قاری خلیل کس طرح بھی حدیث جاریہ پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مفکر اسلام احمد رضا خاں قاری خلیل کے دوسرے دعویٰ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جاہل بے خرد نے بک دیا کہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ فقط ازروے علم ہے اس میں اللہ عزوجل کی قدرت کا منکر ہوا۔ اللہ عزوجل کی صفت بصر سے بھی بے بصر ہوا۔

(۱)۔اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ (خدا ہر چیز کو محیط ہے)

(۲)۔وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۔ (اللہ ہر شے کو محیط ہے)

(۳)۔وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌ۔ (اللہ ان کے آس پاس سے محیط ہے)

ان تینوں آیات میں اللہ تعالیٰ کو محیط بتایا ہے احاطہ علم کی آیت علیحدہ۔۔۔۔۔ ہے۔

(۴)۔وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔

بے شے اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے کو محیط ہے۔

(۵)۔اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا۔

(۶)۔اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

(۷)۔خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ۔

اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے اسی کی عبادت کرو۔

(۸)۔بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ۔

اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے۔

اس کے علاوہ احاطہ الٰہی سے متعلق چند اور آیات رقم کی جاتی ہیں:

(۹)۔رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ۔

ہر شے ہمارے رب کے دائرہ وسعت میں۔

(۱۰)۔اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ۔

بے شک میرا رب ہر شے کی حفاظت کرنے والا ہے۔

(۱۱)۔صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ۔(النمل:۸۸)

(۱۲)۔اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا۔۔۔(النسا:۸۶)

(۱۳)۔وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا۔(النسا:۸۵)

(۱۴)۔وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ۔(احزاب:۶۲)

(۱۵)۔وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا۔(الکہف:۴۰)

(۱۶)۔وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔(المجادلہ:۶)

(۱۷)۔قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ۔(الرعد:۶)

اس بے خرد وہابی نے فقط ازروئے علم کہہ کر ان تمام (مذکورہ آیات میں) صفات الٰہیہ سے انکار کر دیا آنکھیں رکھتا ہو تو سوجھے کہ اپنی جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیری میں کتنی آیات کا انکار کر گیا۔ بالجملہ اگر مذہب متقدمین لیجیے تو ہم ایمان لائے کہ ہمارے مولیٰ عزوجل کا علم محیط ہے ”لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ“ اس سے غائب نہیں زرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں (ت)۔ اور ہمارا مولیٰ عزوجل محیط ہے جیسا کہ سورہ نساء، سورہ فصلت، سورہ بروج میں ارشاد فرمایا اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے ماورا ہے۔ ”اٰمَنَّا بِهٖۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا“ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔(ت)

اور اگر مسلک متاخریں پر چلئے تو اللہ تعالیٰ جس طرح ازروئے علم محیط ہے یونہی ازروئے قدرت و ازروئے سمع و از راہ

بصر واز جہت ملک وازوجہ خلق وغیرہ ذالک، فقط علم میں احاطہ منحصر کر دینا ان سب صفات وآیات سے منکر ہو جانا ہے۔(۲۴)

قاری خلیل الرحمٰن نے اپنے مسلک کے دلائل میں صرف ایک آیت پیش کی کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض از روئے علم محیط ہے جب کہ مولانا احمد رضا خاں کی قرآنی تحقیقات سے ثابت ہوتا کہ "اللہ تعالیٰ محض ازاوئے علم محیط ہے" کو مان بھی لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے محیط ہونے سے متعلق دیگر آیات وصفات کا انکار لازم آتا ہے جس کی کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا۔ اور ایسا مسلک جو قرآنی آیات کا منکر ہو وہ اسلامی مسلک کہلانے کا حق دار نہیں۔

قاری خلیل الرحمٰن نے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل بھی دی کہ آسمان کی طرف دعا میں ہاتھ اٹھانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عرش موجود ہے۔ موصوف کی اصلاح کے لیے دلائل ملاحظہ ہوں۔

مولانا فضل رسول بدایونی لکھتے ہیں:

"آسمان دعا کا قبلہ ہے جس طرح کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے نماز میں معبود اور دعا میں مقصود خدائے تعالیٰ ہے کعبہ اور آسمان میں اللہ تعالیٰ حلول سے منزہ ہے۔"(۲۵)

مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

"آسمان دعا کا قبلہ ہے ساری کف مواجہہ آسمان ہے"(۲۶)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ نماز میں کعبے کی طرف منہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر کعبہ میں متمکن ہے اسی طرح دعا میں آسمان کی طرف دعا میں ہاتھ اٹھانا اس بات کی بھی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر صرف آسمان میں موجود ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں قاری خلیل الرحمٰن کا دعا کو اپنے مؤقف کے لیے جواز دلیل بنانا مسترد ہو جاتا ہے۔

قاری خلیل الرحمٰن نے پروگرام میں موجود علما کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ جو کچھ سمجھتے ہیں وہ نہیں بلکہ اپنے مؤقف کی دلیل میں کوئی آیت یا کوئی حدیث پیش کرو کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں فتاویٰ رضویہ میں سورہ انعام کی آیت نمبر ۳ پیش کرتے ہیں:

هو اللّٰه في السمٰوت وفي الارض۔

وہ اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔(ت)

اس آیت میں "سما" کی بجائے السمٰوت استعمال ہوا ہے جو سما کی جمع ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض ایک آسمان میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی آسمان تخلیق کئے ہیں ان تمام میں اپنی شان کے لائق ہے۔ حدیث جاریہ میں لونڈی نے صرف واحد "سما" کا استعمال کیا ہے اس کے مقابلے میں یہ آیت مقدم ہے۔ مقالے طوالت سے بچنے کے لیے یہ آیت بطور نمونہ پیش کی گئی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے کئی اور آیات اور احادیث کا حوالہ اپنے رسالہ میں پیش کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق آسمانوں میں، زمینوں پر، طور پر، مسجد میں، ذاکر کے پاس، ہر شخص کے ساتھ، ہر جگہ اور شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ قاری خلیل الرحمٰن کے برعکس سوادِ اعظم اہلِ سنّت علی العرش استوا سمیت ان تمام آیات واحادیث پر ایمان رکھتے ہیں جس میں وہ تمام آسمانوں، زمینوں، طور، مسجد اور سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی شان کے لائق ہے جس میں مخلوق سے کوئی مشابہت نہیں کہ وہ اس میں حلول کئے ہوئے ہے وہ ہر جگہ موجود ہے بلا مکان اور اس کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے اب قیامت تک کوئی ذریعہ بھی موجود نہیں ان تمام آیات اور احادیث کی تعمیم کی جائے تو یہ نتیجہ برآمد ہو گا کہ مذکورہ شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق ہر جگہ موجود ہے۔

اگر کوئی گندی ذہنیت کا حامل شخص یہ سوال کرے تو پھر کیا اللہ تعالیٰ گندی جگہ میں بھی ہے؟ امام مالک دیگر آئمہ کے نزدیک اس قسم کا سوال کرنا بدعت ہے اور جو کوئی ایسا غلیظ سوال اٹھائے وہ یقیناً بدعتی ہے۔ اہلِ سنّت کا اس قسم کے بدعتی سوال اٹھانے سے ان کا دامن قیامت تک کے لیے صاف ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ایسا کوئی سوال نہیں کرے گا مگر بدعتی جس کی پیش گوئی ہمارے آئمہ نے کئی سو سال پہلے ہی کر دی تھی۔

فکری تضاد کی جھلک ملاحظہ ہو:

موصوف نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو عرش پر متمکن ہونے کے لیے بطور دلیل حدیث جاریہ پیش کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس سے سوال کیا کہ این اللہ؟ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور بعض روایات میں اس نے کہا کہ اللہ آسمان میں ہے۔ اس حدیث سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عرش پر متمکن ہے۔ ہاں اگر جاریہ عرش کا لفظ استعمال کرتی تو قاری صاحب کی دلیل میں کچھ وزن ثابت ہوتا لیکن جاریہ نے عرش کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ آسمان کہا۔ آسمان اور عرش دونوں جداگانہ حیثیت کے حامل ہیں قاری خلیل الرحمٰن آسمان کو اصل معنی سے پھیر کر عرش قرار دے رہے ہیں یہ آسمان کی تاویل ہے جب کہ وہ اور اہلِ حدیث اسماء وصفات میں تاویل کے قائل نہیں تو دوسری طرف اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے تاویل پر بھرپور زور دے رہے ہیں اگر وہ اہل سنت کے مسلک تاویل کو تسلیم کرلیں تو یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے گا ایک طرف وہ تاویل کے منکر ہیں تو دوسری طرف حدیث جاریہ میں مذکور آسمان کے حقیقی معنی لینے کی بجائے تاویل کرتے ہوئے آسمان کو عرش قرار دے رہے ہیں جس سے ان کے فکری تضاد کو بہ آسانی دیکھا جاسکتا ہے۔

فکری تضاد کی دوسری مثال:

اسی پروگرام میں جب علماء نے موصوف سے اس بابت سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عرش پر ہے اور اپنی صفت علم کے عتبار سے ہر جگہ موجود ہے تو علما نے ان سے سوال کیا ان کے جواب قاری صاحب نہ دے سکے اس کیفیت میں انہوں نے اپنی سلامتی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے امام مالک کا یہ قول پیش کرکے اپنی جان چھڑائی کہ استویٰ معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة (استوا معلوم ہے اور کیف مجہول اور اس پر ایمان واجب اور اس سے متعلق سوال بدعت ہے۔)

قاری خلیل الرحمٰن اس قول کا سہارا لے کر دعویٰ کر رہے ہیں اعلی العرش استویٰ مجہول ہے یعنی اس استویٰ کی کیفیت معلوم نہیں جب کہ دوسری طرف ایک ہی سانس میں استوا کی معلوم کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ اللہ ذاتی طور پر عرش پر ہے اور اپنی صفت علم کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے۔ اگر وہ علم کیفیت کا اظہار نہ کرتے اور امام مالک کے قول پر کاربند رہتے تو یہ مسئلہ بغیر بحث کے آسانی سے حل ہو جاتا کیوں کہ علمائے اہلِ سنّت بھی اسی قول کے قائل ہیں جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا جاچکا ہے۔ اس طرح اس مسئلہ کا حل ناظرین کو متفقہ طور پر مل جاتا۔ ایک طرف وہ یہ دعویٰ وہ کرتے دیکھائی دے رہے ہیں کہ استوا کی کیفیت مجہول ہے اور دوسری طرف استوا کی کیفیت کو بیان کررہے ہیں کہ ذاتی طور پر اللہ عرش پر ہے اور علم صفت کے لحاظ سے وہ ہر جگہ موجود ہے ذاتی طور پر نہیں۔ جس سے ان کا فکری تضاد نمایاں ہو رہا ہے۔ یہ دونوں دعوے بیک وقت درست نہیں ہوسکتے یا تو کیفیت مجہول ہوگی یا کیفیت معلوم یہ دونوں اجتماعِ نقیضین ممکن نہیں۔ امام مالک کے قول کے برعکس قاری صاحب کا قول اس کیفیت کو ظاہر کررہا ہے الاستوا معلوم والکیف معلوم۔ یہ عقیدہ بعض حنابلہ اور مجسمہ کا ہے ان حقائق کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا آسان ہے کہ موصوف نفسیاتی اور فکری انتشار اور تضاد کا شکار ہیں اور تذبذب کی اس صورت میں حتمی فیصلے کی قوت سے محروم دیکھائی دیتے ہیں۔

قاری صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عرش پر ہے اور اس دعویٰ کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ الرحمٰن استویٰ علی العرش۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ آیت میں لفظ اللہ موجود ہے تو اس کا جواب نفی میں ہوگا دوسرا سوال کہ رحمٰن اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے یا ذاتی جواب ہوگا کہ یہ صفاتی نام ہے۔ اس آیت میں جب معبودِ حقیقی نے اپنی

ذات کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ صفتِ رحمٰن کا تذکرہ کیا۔

قاری خلیل الرحمٰن ذات وصفات میں تفاوت کے قائل ہیں اس کے باوجود وہ صفتِ رحمٰن کو ذات الٰہی قرار دینے پر اصرار کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عرش پر ہے جبکہ قرآنی آیت اس حقیقت کی طرف دلالت کررہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر نہیں بلکہ وہ اپنی صفت رحمٰن کی شان کے لائق عرش پر مستویٰ ہے اگر اس آیت میں یہ ہوتا کہ اللہ استویٰ علی العرش تو موصوف کی دلیل میں وزن ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے جو آیت انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذاتی طور پر متمکن عرش ہونے پر دی ہے وہی آیت ان کے عقیدے کے خلاف جارہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحمٰن کے شایان شان عرش پر مستوی ہے نہ کے ذاتی طور پر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہاہے کہ وہ اپنی صفت رحمٰن کے لائق عرش پر مستوی ہے اس کے مقابلے میں قاری خلیل الرحمٰن پرزور اصرار کررہے ہیں کہ صفاتی طور پر نہیں بلکہ ذاتی طور پر عرش پر ہے موصوف کی اس بے باکی سے ایک مومن کا کلیجہ منہ کو آتاہے۔

نتیجہ بحث:

مولانا احمد رضا خاں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں آیاتِ تشابہات سے متعلق سوادِ اعظم اہلِ سنّت کا عقیدہ ثابت کردیا کہ جس طرح ازروئے قرآن اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق عرش پر مستوی بالکل اسی طرح قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق آسمانوں میں زمینوں میں سدرۃ المنتہیٰ، مسجد وغیرہ یعنی ہر جگہ بلا مکان موجود ہے۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عَرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں اس کیفیت سے متعلق سوال کرنا بدعت ہے اور ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ صفاتِ الٰہیہ ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن یہ صفات مخلوق کے مثل نہیں یہ عقیدہ تمام آیات وحدیث کی نمائندگی کرتا دکھائی دے رہاہے۔ جب کہ دوسرے صرف اور صرف ایک آیت علی العرش استوا پر عقیدہ بناتے ہیں اور باقی آیات کے منکر ہوجاتے ہیں۔ مفکر اسلام نے معتزلہ، حشویہ، جہمیہ، مشبہ، معطلہ، کرامیہ اور سلفیہ کے گمراہ کن نظریات سے محفوظ کرکے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا۔

ماخذ:

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۲۰۔

(۲)۔ ایضاً، ص ۱۲۲۔ (۳)۔ ایضاً، ص ۱۳۱۔

(۴)۔ ایضاً، ص ۱۲۲۔ (۵)۔ ایضاً، ص ۱۳۷۔

(۶)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۲۰۔

(۷)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۲۳۔

(۸)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۱۶۔

(۹)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۶۲۰۔

(۱۰)۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۳۱۔

(۱۱)۔ ایضاً، ص ۱۲۵۔ (۱۲)۔ ایضاً، ص ۱۳۵۔

(۱۳)۔ ایضاً، ص ۱۲۴۔ (۱۴)۔ ایضاً، ص ۱۲۶۔

(۱۵)۔ ایضاً، ص ۱۵۱۔ (۱۶)۔ ایضاً، ص ۱۵۳۔

(۱۷)۔ ایضاً، ص ۱۵۵۔ (۱۸)۔ ایضاً، ص ۱۷۸۔

(۱۹)۔ ایضاً، ص ۱۶۸۔ (۲۰)۔ ایضاً، ص ۱۷۸۔

(۲۱)۔ ایضاً، ص ۱۸۰۔ (۲۲)۔ ایضاً، ص ۱۸۰۔

(۲۳)۔ ایضاً، ص ۱۶۸۔ (۲۴)۔ ایضاً، ص ۱۵۰۔

(۲۵)۔ المتعقد المنتقد، ص ۱۱۰۔

(۲۶)۔ احسن الوعاالادب الدعا، مولانا نقی علی خاں، ص ۱۹۔